تذکرۃ المشاہیر

کامران طاہر

جو بادہ کش تھے پرانے، اُٹھتے جاتے ہیں!

[مولانا عزیز زبیدی رحمہ اللہ؛ حالات وخدمات]

مولانا عزیز زبیدیؒ نے اپنی زندگی کے ۳۶ سال منڈی واربرٹن میں گزارے، آپ نے اس عرصہ میں دعوتی صلاحیتیں اس شہر کے باسیوں کی اصلاح کے لیے کھپا دیں۔ اسی طرح ۱۹۴۸ء سے ۱۹۸۴ء تک منڈی واربرٹن اور ۲۰۰۳ء تک لاہور قیام کیا، لیکن آخری دس سال بیماریوں اور پیرانہ سالی کے دیگر عوارض میں گزرے۔ ان کے اکثر ہم عصر احباب اس دنیا فانی سے کوچ کر چکے ہیں جب کہ واربرٹن میں ان کے شاگردوں کی کثیر تعداد موجود ہے جن میں سے بیشتر بھی اپنی زندگی کی آخری حصے میں پہنچ چکے ہیں، انہی نفوس سے میں نے کوشش کی ہے کہ مولانا کے متعلق یادداشتیں ترتیب دی جائیں۔ عرصہ بیت جانے کی وجہ سے لوگ ان باتوں کو پختہ طور پر تو حافظہ میں برقرار نہ رکھ سکے، لیکن کچھ یادیں اور کام بہرحال ایسے ہوتے ہیں جو انسان کو عمر بھر یاد رہتے ہیں۔ راقم نے انہی لوگوں سے مل کر مولانا کے واربرٹن کے اَیامِ زندگی معلوم کرنے کی بالخصوص کوشش کی ہے جو اپنی ترتیب سے ہدیۂ قارئین ہیں:

پیدائش

مولانا عزیز زبیدی صاحب موضع ساون والی بستی، تحصیل علی پور، ضلع مظفرگڑھ میں یکم فروری ۱۹۲۱ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام قاری فتح محمد تھا۔ گھرانہ دیندار تھا، اوائل عمر میں ہی والدِ گرامی انتقال کر گئے۔ بہت چھوٹی عمر میں آپ کو یہ صدمہ اُٹھانا پڑا۔ آپ جٹ خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو صدیوں پہلے بستی ساون والی میں منتقل ہو گیا تھا۔

تعلیم وتربیت

مدرسہ 'قاسم العلوم' ملتان میں ابتدائی کلاس میں مولانا محمد شفیع سے تفسیر، فقہ، اُصولِ فقہ، نحو، منطق اور دوسرے فنون کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کی سکول کی تعلیم بارے کسی کو کچھ معلوم نہیں،

البتہ تقریباً ۹ رسال کی عمر میں آپ نے درسِ نظامی میں داخلہ لے لیا اور ۳۷-۱۹۳۶ء میں آپ بخاری شریف کی تعلیم سے فارغ ہوئے، کچھ عرصہ مولانا عبدالتواب ملتانیؒ کے پاس بھی پڑھتے رہے۔ وہ آپ کو بہت پسند کرتے اور ہونہار شاگردوں میں تصور کرتے تھے۔ مولانا سلطان محمود سے جلال پور پیروالہ میں پڑھتے رہے۔ جلال پور میں آپ کی کلاس اس مدرسہ کا پہلا سال تھا۔

۱۹۴۰ء میں آپ دارالعلوم زبیدیہ میں دورۂ حدیث کے لیے چلے گئے اور اسی کی نسبت سے زبیدی لکھا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ نے اورینٹل کالج لاہور میں داخلہ لے لیا اور ۹ رفروری ۱۹۴۵ء میں ۳۵۲ نمبروں سے مولوی فاضل کیا۔ مولانا کہیں بھی رہے، خوب محنت سے پڑھتے رہے اور کبھی کسی اُستاد کو شکایت کا موقع نہ دیا۔ ان کی محنت وذہانت سے سب اَساتذہ خوش تھے۔ آپ جہاں بھی تحصیل علم کے لیے گئے، اپنی قابلیت کا لوہا منوایا اور دوسرے شاگردوں میں ہمیشہ ممتاز رہے۔

اَساتذہ

آپ کے قابل ذکر اَساتذہ میں سے احمداللہ صاحب دہلوی جو کہ شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین دہلویؒ کے شاگرد تھے، شامل ہیں۔ ان سے خوب کسبِ فیض کیا اور ان کے علاوہ مولانا عبدالتواب ملتانی (مترجم بلوغ المرام) سے سُنن اَربعہ پڑھیں۔ مولانا سلطان محمودؒ بھی آپ کے اَساتذہ میں سے ہیں۔ ان کے پاس آپ نے شرح الفیہ ازعراقی وغیرہ پڑھیں۔ ان کے علاوہ مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی سے بھی آپ نے علم حاصل کیا۔

قبول مسلکِ اہل حدیث اور شادی خانہ آبادی

آپ مولانا سلطان محمودؒ سے ان دنوں علم حاصل کرنے میں مصروف تھے، آپ کی ذہانت پر مولانا سلطان محمود مطمئن تھے۔ مولانا سلطان محمود کی دعوت پر آپ نے اہل حدیث مسلک قبول کیا اور تامرگ اسی مسلک کے پرچارک رہے۔ انہی دنوں جب آپ مولانا سلطان محمود کے پاس حصولِ علم کے مراحل طے کررہے تھے، ایک آدمی آیا اور مولانا سلطان محمود سے کہنے لگا کہ میں اس لڑکے سے اپنی بیٹی کا رشتہ کرنا چاہتا ہوں اور اس طرح زبیدی صاحب رشتۂ اِزدواج میں منسلک ہوگئے۔

منڈی واربرٹن آمد

آپ غالباً ۱۹۴۸ء میں واربرٹن کے ہائی سکول میں ملازمت ملنے پر منتقل ہو گئے۔ واربرٹن میں تقسیم کے وقت چھوڑی گئی سکھوں اور ہندوؤں کی بہت سی املاک بڑی بڑی عمارتوں کی صورت میں موجود تھیں۔ اس وقت کا ہائی سکول راجہ سندر داس کا گھر ہوا کرتا تھا اور وہیں سکول کی کلاسوں کا انعقاد ہوتا تھا۔

مولانا کی واربرٹن آمد اور اس کے بعد ہونے والے واقعات سے قبل مناسب ہوگا کہ واربرٹن کی دعوتی لحاظ سے تاریخی حیثیت کا ذکر کیا جائے۔ واربرٹن اس وقت چند ہزار نفوس پر مشتمل ایک چھوٹا سا قصبہ تھا اور اس میں زیادہ تر مہاجر لوگ آباد تھے جو تقسیم کے وقت پاکستان ہجرت کر کے آئے تھے۔ اب تو اس کی آبادی کئی گنا زیادہ ہوگئی ہے۔ سنجیدہ خاندانوں کی اکثریت کی وجہ سے واربرٹن کا مذہبی ماحول دوسرے شہروں کی نسبت قدرے سلجھا ہوا تھا۔ اس شہر کی روایت ہے کہ یہاں کے باسی شروع سے ہی حقیقت پسند واقع ہوئے اور اہل حق کو اگر اس علاقہ میں، جس کے مضافات میں دیہات ہی دیہات ہیں، دین کی آبیاری کی جگہ نظر آئی تو یہی شہر واربرٹن تھا۔ ضلع شیخوپورہ (ننکانہ) میں اہل توحید نے اس سرزمین کو ہموار پایا اور اسے اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنانے کی کوشش کی۔

مولانا نے اپنی دینی، تعلیمی و تبلیغی صلاحیتوں سے واربرٹن کے لوگوں کے دل جیت لیے تھے۔ لوگوں کے رجحان کو دیکھتے ہوئے آپ نے مسلک اہلحدیث کو متعارف کروانے کے لیے جماعت اسلامی کو ذریعہ بنایا اور دیکھتے ہی دیکھتے بیسیوں لوگ آپ کے ہم نوا بن گئے

اولادِ خانہ

اولاد نہ ہونے کی وجہ سے آپ کی بیوی نے آپ کو مشورہ دیا کہ وہ دوسری شادی کر لیں جس پر مولانا نے تقریباً ۱۹۵۰ء میں دوسری شادی کر لی، دوسری بیوی کا تعلق ملتان سے تھا۔ اس کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام جاوید رکھا گیا۔ نباہ نہ ہونے کی وجہ سے جلد ہی علیحدگی ہوگئی۔ شریف الطبع ہونے کے سبب مولانا نے خوش دلی سے بچہ اپنی بیوی کے حوالے کر دیا۔ آج سے ۲۹ سال پہلے ملک برادری کے گھرانے سے ایک بچہ متبنیٰ بنایا جس کا نام مرتضیٰ تھا۔ تا مرگ یہی بیٹا ان کے ساتھ رہا، لیکن افسوس کہ مولانا کی طرح دینی علم حاصل نہ کر سکا۔ آپ

اکثر خواہش کا اظہار کرتے رہے کہ کاش! میری اولاد سے کوئی میری کتابوں کا وارث بنتا۔

جماعت کا قیام

مولانا زبیدی چونکہ جماعت اسلامی سے متاثر تھے اور اس کا پس منظر بقول حافظ احمد شاکر (مدیر 'الاعتصام') کچھ یوں تھا:

''جس زمانے میں مولانا حصولِ علم سے فارغ ہوئے، وہ سیاسی وملّی تحریکات کا دور تھا۔ جمعیۃ علماے ہند، کانگریس، مسلم لیگ، اَحرار، جماعت ِاسلامی اور کمیونسٹ وغیرہ تحریکوں کا زور تھا۔ ہر بیدار مغز، صاحب ِعلم اور ملک وملت کا درد رکھنے والے باشعور نوجوان کسی نہ کسی تحریک سے متاثر ہوتے۔ ان کا لٹریچر پڑھتے اور کسی نہ کسی تحریک سے متفق ہوجاتے یا اس کے ہم آہنگ ہوجاتے۔ تحریک قیامِ پاکستان شروع ہونے کے بعد نوجوان مزید مصروف ہوگئے اور اپنا اپنا میدانِ سعی وکاوش منتخب کرلیا۔ دین کا علم اور اس سے تعلق رکھنے والے نوجوان جمعیۃ علماے ہند، احرار یا جماعت ِاسلامی میں سے کسی ایک کو پسند کرتے اور اس کی 'خدمت' میں مصروف ہوجاتے۔ مولانا چونکہ اصحاب ِعلم میں سے تھے اور مطالعہ ہی ان کا اُوڑھنا بچھونا تھا اور لٹریچر صرف جماعت ِاسلامی ہی کا میسر تھا، اس لیے مولانا ان کا لٹریچر پڑھ کر جماعت ِاسلامی سے اس طرح متاثر بلکہ اس پر فریفتہ ہوئے کہ اس کے بعد کوئی دوسری جماعت یا مولانا مودودیؒ کے علاوہ کوئی دوسرا لیڈران کی نظر میں جچا ہی نہیں۔ ان کے دل میں جو مقام جماعت اِسلامی کا اور جو عقیدت مولانا مودودی سے قائم ہوگئی، اس میں وہ کسی کو شریک وسہیم نہ کرسکے۔''

('الاعتصام' ۳۰ رمئی ۲۰۰۳ء)

ان دنوں کیلانی خاندان کے چشم وچراغ جناب حکیم عبدالواحد چاندی کوٹی جو کہ اہلحدیث مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور جماعت ِاسلامی سے بھی متاثر تھے، نے مولانا صاحب سے مسلکی وابستگی کی بنا پر مشورہ کیا کہ کیوں نہ واربرٹن میں جماعت کا کام باضابطہ طور پر کیا جائے۔ ان کے مشورہ پرعمل درآمد کے لیے مولانا زبیدی صاحب نے ۵۰-۱۹۴۹ء میں حکیم عبدالواحد صاحب کو جماعت کا امیر بنا دیا۔ جماعت اسلامی کے تعارفی جلسے میں کوثر نیازی، منور حسن صدیقی، نعیم صدیقی جیسے رہنما شامل ہوئے۔ حکیم صاحب ایک دانا شخص تھے۔ اُنہوں نے بڑے استقلال سے جماعت کو منظم کیا۔ جماعت کے مختلف مراحل ہیں، حلقہ متفقین کے امیر نذیر نارگ (جو بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور مولانا کے شاگرد تھے) کو بنا دیا

گیا، اس وقت لاہور کے قیم میاں محمد طفیل ہوا کرتے تھے۔

مولانا اور ان کے رفقا نے باقاعدہ طور پر کام شروع کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے بیسیوں لوگ جماعت کے حلقہ میں شامل ہونے لگے، اس میں مولانا زبیدی صاحب کی شخصیت وعلمیت کا بڑا عمل دخل تھا۔لوگ ان سے اس قدر متاثر تھے کہ ان کی شخصیت ہر دلعزیزی کا مرقع بنی ہوئی تھی۔ جماعت کے عہدیداران زیادہ تر وہ طالب علم ہی ہوا کرتے تھے جن کی تربیت مولانا نے سکول میں کی تھی اور وہ آپ کے سکول کے شاگرد ہوتے۔ چونکہ اس زمانے میں جماعت اسلامی پر پابندی عائد تھی اور حکومتِ وقت جماعت کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھی جس کی وجہ سے مولانا جماعت کے باقاعدہ رکن تو تھے ہی، لیکن سرکاری قدغنوں کا لحاظ رکھتے ہوئے آپ نے صاف طور پر جماعت کا کوئی نمایاں عہدہ قبول نہیں کیا، حالانکہ جماعت کا ہر چھوٹا بڑا کام آپ کی مشاورت کے بغیر نہ کیا جاتا۔اسی طرح مولانا نے جمعیت طلبہ اسلام بھی قائم کی اور اس کا امیر پروفیسر نعیم صاحب (مولانا کے شاگر) کو بنایا جو ان دنوں ان سے سکول میں پڑھتے تھے۔بقول ان کے کہ

''ہم چند طلبہ کو ایک دن بلایا اور کہا کہ جمعیت طلبہ کی بنیاد رکھیں، سو ہم نے جمعیت طلبہ کا کام شروع کر دیا۔''

مولانا صاحب کی جماعتی کاوشیں واربرٹن کے مضافات میں پھیلتی چلی گئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے واربرٹن کے مختلف دیہاتوں سے بھی لوگ جماعت کے ہم نوا بننا شروع ہو گئے۔آپ جماعت کے روحِ رواں تھے۔مولانا مودودی سے اکثر ملاقاتیں رہتیں، جماعت کی بہتری کے لیے تبادلۂ خیال کرتے، جماعت کی غلط پالیسی پر بے دھڑک تنقید کرتے۔بقول آپ کے مجلس میں اکثر ان سے مباحثہ بھی کیا، کچھ عرصہ آپ کو کسی غلط فہمی کی وجہ سے جماعت کی رکنیت سے خارج کر دیا گیا، لیکن دو سال بعد جماعت نے تحقیق کے بعد آپ کو بری الذمہ قرار دے کر دوبارہ جماعت کی رکنیت میں شریک کر لیا۔سکول سے ریٹائر ہونے تک رکنیت پر برقرار رہے۔

مولانا بطورِ ایک استاذ، ایک مربی!

مولانا واربرٹن میں بحیثیت استاذ تشریف لائے۔اس وقت کا سکول واربرٹن شہر کے اندر راجہ سندر داس کا چوبارہ ہوا کرتا تھا۔ایک دو سال وہاں آپ نے کلاسیں پڑھائیں۔غالباً

۱۹۴۸ء میں سکول کے اساتذہ اور بچوں نے حکومت سے سکول کی جگہ کا مطالبہ کر کے جلوس نکالا جس کے نتیجہ میں حکومت نے اُنہیں موجودہ ہائی سکول جو کہ قیام پاکستان سے پہلے وار برٹن نامی ایک انگریز کی کوٹھی ہوا کرتی تھی (اسی انگریز کے نام پر یہ شہر 'وار برٹن' کہلایا) کو ہائی سکول کے لیے مختص کر دیا گیا اور تا حال اس میں ہی سکول کلاسیں جاری ہیں۔

مولانا نے سکول میں بھی اپنے مقام و مرتبہ کو بالکل واضح رکھا۔ اساتذہ آپ سے بہت خوش تھے اور آپ کا بے حد احترام کرتے۔ آپ نے کبھی ہم عصر اساتذہ کو شکایت کا موقعہ نہ دیا بلکہ وہ اساتذہ میں شریف النفس انسان کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔ ہائی سکول میں آپ کو عربی کا مضمون دیا گیا جو آپ ریٹائر ہونے تک پڑھاتے رہے۔ تاہم مختصر عرصہ کے لیے اُردو فارسی اُستاد کی عدم موجودگی میں اُردو اور فارسی کا پیریڈ بھی لیتے رہے۔

آپ کا اُسلوبِ تدریس آپ ہی کے شایانِ شان تھا، کبھی کسی لڑکے کو مارا پیٹا نہیں، ہمیشہ لڑکوں سے شفقت سے پیش آتے۔ اگر کوئی طالب علم سبق یاد نہ کرتا تو پیار سے سمجھا دیتے۔ ان کے سمجھانے کا انداز اس قدر پر اثر ہوتا کہ لڑکے اپنی غلطی پر ندامت محسوس کرتے اور آئندہ ایسی غلطی نہ کرنے کا عزم کر لیتے۔ شیخ ابوذرّ زکریا صاحب جو کہ ان سے عربی پڑھتے تھے، کہتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے بالوں کو ناشائستہ انداز میں کنگھی کر کے سکول چلا گیا، مولانا مجھے دیکھ کر کہنے لگے: ''ویکھاں وڈھے وہابی دا پتر تے وڈا وہابی''

اس واقعہ کے بعد آج تک میں نے کبھی بڑے بال نہیں رکھے اور نہ ہی سر ننگا رکھا۔ مولانا ہمیشہ کلاس میں اپنے ساتھ ڈیڑھ فٹ کا کالے رنگ کا بید رکھتے۔ اکثر از راہِ مزاح ڈنڈا لہرا کر طالب علموں کو مخاطب کر کے کہتے کہ بچو یہ دیکھ رہے ہو، کیا ہے یہ؟ میں اسے روزانہ پاؤ دودھ پلاتا ہوں، سبق یاد کیا کرو ورنہ یہ تم پر برسے گا، لیکن مولانا نے سکول کی پوری زندگی میں کسی لڑکے کو اس ڈنڈے سے کبھی سزا نہ دی۔

ڈاکٹر عمر حیات (مولانا کے شاگرد) کہتے ہیں کہ مولانا وقت کے اتنے پابند تھے کہ پانچ منٹ پہلے ہی سکول میں آجاتے۔ سب اساتذہ میں وہ ریگولر تھے۔ اس وقت سکول کی اسمبلی میں دعا اور ترانہ نہیں کہا جاتا تھا۔ مولانا پانچ دس منٹ کا درس دیتے اور لڑکے کلاسوں میں چلے جاتے۔ سکول میں دروس کا کام مولانا کے ذمہ تھا۔ طالب علموں کی تربیت میں کوئی کمی واقع نہ ہونے

دیتے۔ شاگردوں میں صلاحیت بھر دینے کی دھن ہر وقت ان کے سر پر سوار رہتی۔ بقول محمد زبیر کیلانی بن عبدالواحد کیلانی (مولانا کے شاگرد) کہ وہ اپنے شاگردوں پر عقابی نگاہ رکھتے تھے۔

آپ کے تربیت یافتہ اُفراد کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے جنہوں نے آپ سے بہت کچھ سیکھا اور دنیا میں ایک مقام حاصل کیا۔ بہرحال مولانا کی سکول کی حیثیت ایک اُصول پسند استاد اور کامیاب مربی کے طور پر سب کے سامنے تھی۔

مولانا کی مسلکی خدمات

مولانا نے جہاں واربرٹن میں جماعت ِاسلامی قائم کی، وہاں مسلک ِاہلحدیث کے لیے بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔ مولانا جماعت اسلامی کو مسلک ِاہلحدیث کی ترویج کا ذریعہ سمجھتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ جماعت ِاسلامی میں رہتے ہوئے بھی مسلک کے بارے میں کبھی مفاہمت نہیں کی۔ آپ برملا مسلک ِاہلحدیث کے داعی تھے اور حق بات کہنے سے ذرا بھی نہ جھجکتے۔ مولانا مودودیؒ نے جب 'خلافت وملوکیت' لکھی تو آپ نے ان سے صحابہؓ کے متعلق رویے سے اختلاف کیا اور مختلف مسائل میں ان کی مجلسوں میں دلائل کے ساتھ اختلاف کیا۔ مولانا علماے اہلحدیث کو ہی انبیا کا وارث سمجھتے تھے۔

آپ کا مسلک کے ساتھ محبت کا اندازہ اس اَمر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اپنا سارا علمی سرمایہ جو کتب کی شکل میں تھا، اہلحدیث اداروں کو وقف کر گئے۔ جزاہ اللہ خیراً

واربرٹن میں اپنے گھر میں درسِ قرآن کا سلسلہ شروع کررکھا تھا جس میں بیسیوں لوگ شریک ہوتے اور قرآن وحدیث کا نور لے کرلوٹتے۔ آپ کا طرزِ وعظ اس قدر اچھا ہوتا کہ سننے والے کے لیے بات ماننے بغیر چارہ نہ ہوتا۔ آپ کے درس میں ہر روز ایک نیا نکتہ ملتا۔ ان دروس سے کتنے ہی لوگوں نے توحید وسنت کی روشنی سے اپنے قلوب کو جلا بخشی اور کتنے ہی لوگ بدعات وخرافات کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نجات پانے میں کامیاب ہوئے۔

آپ کے دروس گاہے بگاہے واربرٹن کے بااثر گھرانوں میں بھی منعقد ہوتے رہتے، خاص طور پر چودھری منظور اور ان جیسی علاقے کی قد آور شخصیات مولانا کو اپنے اپنے گھروں میں درس کے لیے دعوت دیا کرتیں۔ آپ کا درس کیا ہوتا تھا، قرآن وحدیث کے پھولوں سے لدا ہوا گلدستہ پیش کردیتے جس کی خوشبو سے سامعین معطر ہوجاتے۔

ڈاکٹر عمر حیات (مولانا کے شاگرد) کہتے ہیں کہ وہ درس دیتے وقت قرآن وحدیث سے کبھی باہر بات نہ کرتے، درس دیتے تو سامنے قرآن رکھ لیتے اور اَحادیث سے اس کی تفسیر کرتے جاتے۔ قصوں کہانیوں سے ان کی تقریر مبرا ہوتی، ایسا لگتا جیسے اُن کے منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں۔ اپنے موقف پر اس قدر دلائل پیش کرتے کہ سننے والے کے لیے مجالِ انکار نہ ہوتا۔ آپ کا اندازِ خطابت پرجوش نہیں ہوتا تھا بلکہ بہت دھیمی آواز اور شائستہ کلمات سے مزین تقریر کرتے۔ زیادہ تر بات ہاتھ کے اشاروں سے سمجھاتے اور یہ آپ کا خاص انداز تھا جس سے دور بیٹھے لوگوں کو بھی دیکھ کر سمجھ میں آجاتا کہ مولانا کیا کہنا چاہتے ہیں۔ درس میں راگ وتصنع جیسی کوئی چیز نہ ہوتی۔ دلائل کو اس ترتیب سے پیش کرنا کہ سامعین کو بخوبی سمجھ آجائے بس آپ پر ختم تھا۔ درس کے بعد سوال وجواب کی نشست ہوتی جس میں آپ مسکرا کر سائل کو ایسا جواب دیتے کہ وہ مطمئن ہوجاتا۔

اس کے علاوہ مولانا اپنے گھر میں باقاعدہ قرآن کا ترجمہ بھی پڑھاتے جس میں کافی طالب علم شریک ہوتے۔ دوسری طرف آپ کی اہلیہ بچیوں کو گھر میں پڑھاتیں۔ میاں بیوی کی ان کوششوں کے نتیجہ میں سینکڑوں لڑکے لڑکیوں نے قرآن کے مفہوم کو سمجھا اور اپنی اولادوں کو بھی یہی سبق دیا۔ ان دنوں واربرٹن میں کچھ خرافاتی مولویوں نے مسلکِ اہلحدیث کو طعنہ وتشنیع کا ہدف بنایا ہوا تھا۔ مولانا نے اپنے دروس اور تحریروں سے فرقِ ضالہ کا خوب ردّ کیا اور مسلکِ حق کے دفاع میں ہمیشہ برسرپیکار رہے۔ جرائد میں آپ کے مضامین ومقالات بھی زیادہ تر اسی نوعیت کے ہوتے۔

مولانا کسی مسجد میں باقاعدہ خطابت نہیں کرتے تھے۔ ان کی گوناگوں مصروفیات: سکول کی تدریس، تصانیف کا وسیع سلسلہ اور مطالعہ کے لیے وقت، پھر مختلف جرائد کے لیے لکھنے کا کام اور دروس کا سلسلہ جاری رکھنا، یہ سب کام مولانا کی دن رات کی مشغولیت میں شامل تھے، لیکن آپ نے کچھ عرصہ مرکزی جامع مسجد اہلحدیث میں خطبہ جمعہ پڑھایا۔ اسی طرح مسجد فاران اہلحدیث میں بھی کچھ عرصہ خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے رہے۔ مولانا نے ان خدمات کے صلہ میں کبھی کسی سے ایک پائی بھی وصول نہیں کی بلکہ سکول کی تنخواہ جو کہ ۸۰ روپے ماہوار تھی، سے ہی گزارہ کرتے۔ اتنے خوددار تھے کہ کبھی کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا۔

مولانا مسلکِ اہلحدیث کی ترویج کے لیے ہر وقت کوشاں رہتے، اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ڈاکٹر عمر حیات (مولانا کے شاگرد) کہتے ہیں کہ کلاس میں مولانا زبیدی ہمیں نماز سکھلاتے تو اس کے لیے کسی لڑکے کو ڈیسک پر کھڑا کردیتے اور مجھے ابھی تک یاد ہے کہ انور بزاز (مرحوم) کو ڈیسک پر کھڑا کرکے کہتے کہ ان کو نماز سکھلاؤ اور وہ نماز باقاعدہ اہلحدیثوں والی نماز ہوتی۔ بہرحال مولانا نے واربرٹن میں ۳۵ سال کے طویل عرصے میں مسلکِ اہلحدیث کے لیے اخلاص کے ساتھ کام کیا اور اس مشن میں اپنی ملازمت کو بھی آڑے نہ آنے دیا۔

مولانا؛ ایک علم دوست انسان

مولانا ایک علم دوست انسان تھے، مطالعہ کے از حد شوقین تھے۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ پڑھتے یا لکھتے رہتے۔ علم حاصل کرنے کا شوق آخر تک اتنا رہا کہ منڈی واربرٹن میں غلہ منڈی والی مسجد کے خطیب مولانا نور محمد جو کہ بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے، سے قدوری پڑھنے جاتے۔ ان کی بے حد تکریم کرتے یہاں تک کہ جب وہ بیماری کی وجہ سے نڈھال ہوگئے تو ان کی منہ سے بہنے والی رال اپنے ہاتھ سے پونچھتے اور کہتے کہ ''اہل علم کی قدر کرو۔''

مولانا کو مطالعہ وتحقیق کا جنون کی حد تک شوق تھا اور اس شوق کو پورا کرنے کے لیے اپنے پاس ہزاروں کتابیں جمع کررکھی تھیں۔ یہ کتابیں وہ طالبِ علمی کے زمانے سے اکٹھی کررہے تھے۔ کتابوں کے خریدنے کا اس قدر شوق تھا کہ اپنی پاکٹ منی کو جمع کرکے کتاب خرید لیتے اور یہ کتابیں آپ کے گھر میں اس قدر جگہ گھیرے ہوئے تھیں کہ کوئی ایسی جگہ جہاں پر کچھ کتابیں ٹک سکتی تھیں، آخر وہ ان کتابوں کی زد میں آجاتی۔ آپا جی (مولانا کی بیوی) آپ سے شکایت کرتیں کہ گھر کے برتن کہاں رکھے جائیں۔ پروفیسر نعیم (مولانا کے شاگرد) کہتے ہیں کہ

> ''آپ نے ان کو اس بات پر قائل کرلیا تھا کہ ضرورت کے برتن کچن میں رہیں اور باقی سب برتن ہم بوریوں میں بند کردیتے ہیں اور پھر ایسا ہی ہوا۔''

آپ ان کتابوں کے مطالعہ میں غرق رہتے، یہی وجہ ہے کہ آپ مختلف مکاتبِ فکر کی خوبیوں اور خامیوں سے اچھی طرح آگاہ تھے۔ اکثر یہی ہوتا ہے کہ لوگ علمی رعب ودبدبہ کے لیے اپنے پاس کتابوں کا ڈھیر تو لگا لیتے ہیں، لیکن ان میں اکثر کتابیں ایسی ہوتی ہیں جن کو

اُنہوں نے چھوا تک نہیں ہوتا، لیکن راقم کو مولانا کی کتابیں جو وہ مختلف اداروں کو وقف کر چکے تھے کو دیکھنے کا موقع ملا اور تقریباً ہر کتاب پر مولانا نے حاشیہ لگایا ہوا تھا جس کا مطلب ہے کہ مولانا نے یہ کتاب اچھی طرح پڑھ رکھی تھی۔ بلا شبہ آپ علمی دنیا میں ادیب، عالم، محقق، مصنف اور ایک عظیم سکالر کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔

ظرافتِ طبع

سنجیدگی کی اَچھائیاں اپنی جگہ مگر اس کے ساتھ ساتھ انسان کے اندر ظرافت کا مادہ ہونا ضروری ہے۔ مولانا جہاں سنجیدہ مزاج کے حامل تھے، وہاں ان کی شخصیت میں ظرافت کا عنصر بھی موجود تھا اور بذلہ سنجی اکثر طور اس وقت فرماتے جب دوست احباب کی مجلس میں ہوتے یا پھر اپنے شاگردوں کی اُکتاہٹ دور کرنے کے لیے کوئی ایسا چٹکلہ سنا دیتے کہ شاگرد خوش ہو جاتا۔ زبیر سپرا (مولانا کے شاگرد) کہتے ہیں:

> ''زبیدی صاحب میرے اُستاد بھی تھے اور دوست بھی، مزاح ان کی رگ رگ میں بھرا ہوا تھا جب بھی سمجھتے کہ میں اُکتا گیا ہوں، کوئی ایسا بھڑکتا ہوا لطیفہ سنا دیتے یا ایسی بات کہہ دیتے کہ میں نہ صرف اس اُکتاہٹ سے باہر آ جاتا بلکہ طبیعت میں ہلکا پن آ جاتا۔''

مولانا کلاس میں از راہِ مزاح اپنے ڈیڑھ فٹ کے ڈنڈے کو لہرا کر کہتے: بچو! یہ دیکھو یہ میرا سانپ ہے اور میں اسے روزانہ پاؤ دودھ پلاتا ہوں جو سبق یاد نہیں کرے گا پھر یہ اس کو پکڑے گا۔ آپ کے چٹکلوں میں بعض دفعہ علمی نکتے بھی ہوتے جو آپ لوگوں کو عام فہم طور پر سمجھا جاتے۔ آپ اکثر گھر کے قریب عظیم سیال (مرحوم) کی دکان پر کچھ وقت نکال کر بیٹھ جاتے۔ دوست احباب و معتقدین آپ کی باتیں سننے کے لیے وہاں پہلے سے موجود ہوتے۔

عظیم سیال (مرحوم) کے بیٹے سلطان ٹیپو جو کہ مولانا کے شاگرد رہے ہیں، کہتے ہیں کہ

> ''ایک دفعہ حسب معمول مولانا میرے پاس تشریف لائے تو میرے پاس کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے میں نے مولانا سے پوچھا کہ مولانا چائے پئیں گے؟ بولے: کیوں نہیں۔ میں نے از راہِ تفنن کہا: مولانا! مشرک چائے پسند کریں یا موَحد۔ کہنے لگے: بھئی موحد چائے پیوں گا۔ مشرک چائے کو کون پوچھتا ہے؟ میں نے ان کے لیے چائے منگوائی اور باقی ساتھیوں کے لیے چائے کے ساتھ برفی بھی منگوالی۔ مولانا کے آگے صرف چائے کا کپ رکھ دیا

گیا جبکہ ہم نے اپنے سامنے چائے کے ساتھ برفی بھی رکھ لی۔ مولانا نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگے: واہ بھئی مجھے صرف چائے پلا رہے ہو اور خود ساتھ برفی بھی اُڑاؤ گے۔ میں نے کہا مولانا میں نے تو پہلے ہی آپ سے پوچھا تھا کہ آپ مشرک چائے پئیں گے یا موحد تو آپ نے موحد چائے کا مطالبہ کیا، لہٰذا ہم نے تو مشرک چائے پینی تھی، سو برفی بھی شریک کر لی۔ آپ کے مطالبہ کے مطابق آپ کو اکیلی چائے دی گئی ہے۔ مولانا برجستہ بولے: اچھا اچھا میں بھی کہوں کہ لوگ شرک کیوں کرتے ہیں، آج پتہ چلا شرک بہت لذیذ ہوتا ہے۔''

اسی طرح مولانا عبدالغفور کیلانی صاحب مولانا کا ایک واقعہ یوں ذکر کرتے ہیں کہ

''اس وقت میں ادارہ 'محدث' میں کتابت کرتا تھا اور مولانا صاحب چونکہ محدث رسالہ میں لکھتے بھی تھے، لہٰذا ایک دن وہ وہیں تھے کہ حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب کے گھر سے کھانا آیا۔ مولانا نے کھانا شروع کیا تو چونک پڑے۔ دراصل کھانے میں نمک زیادہ تھا۔ بولے: ارے بھئی! ان گھر والوں سے کہو کہ مجھے تو پہلے ہی آپ کا نمک خوار ہونے کا اعتراف ہے مزید نمک کیوں کھلا رہے ہیں۔''

ایک دفعہ راقم کا مولانا کے پاس لاہور جانا ہوا۔ میرے ساتھ جامعہ محمدیہ لوکو ورکشاپ کے اُستادِ محترم عطاء الرحمٰن تھے جو کہ مولانا کے شاگرد تھے۔ عطاء الرحمٰن نے مولانا کا حال پوچھا تو مولانا مسکرا دیئے اور یہ شعر پڑھا

ان کے دیکھے سے جو آ جاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

مولانا کی جب بھی رگِ ظرافت پھڑکتی تو ایسے علمی چٹکلے چھوڑتے کہ پوری مجلس کشت زعفران بن جاتی، لیکن کبھی ظرافت میں بے اعتدالی نہیں برتی۔

مولانا کی لاہور منتقلی

مولانا جہاں واربرٹن میں ہردلعزیز تھے اور سینکڑوں لوگ آپ کے مداح تھے، وہاں آپ کے حاسدین کی بھی کمی نہ تھی۔ لہٰذا اس مردِ عفیف کے ساتھ بھی وہی ہوا جو عام طور پر حاسدین کی طرف سے ہوتا ہے۔ آپ پر کسی عورت کے ساتھ معاشقہ کا الزام لگایا گیا اور اس پر اس قدر شور مچایا گیا کہ الأمان والحفیظ !!

لیکن اس مردِ عفیف نے اپنے ربّ سے ہی اپنی برات کا سوال کیا۔ یہ پراپیگنڈہ اتنا شدید تھا کہ جماعت کے لوگ بھی اس سازش میں آگئے اور آپ کو جماعت کی رکنیت سے خارج کردیا گیا،لیکن بعدازاں غلط فہمی دور ہوجانے کے بعد آپ کی رکنیت بحال کردی گئی۔ اسی طرح کے حادثات نے آپ کو واربرٹن سے بددل کردیا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ آپ نے واربرٹن چھوڑنے کا ارادہ کرلیا۔ ویسے بھی آپ کے ریٹائر ہونے کا وقت قریب تھا۔

آپ ۳۱ر دسمبر ۱۹۸۰ء کو سکول ملازمت سے ریٹائرڈ ہوئے اور تقریباً ۱۹۸۴ء میں آپ لاہور کے علاقہ نیوکرول، شالامار میں جابسے۔ لاہور منتقل ہونے کے بعد آپ کی دینی سرگرمیاں قائم رہیں اور وہاں بھی جزوی طور پر درس و وعظ کا سلسلہ چلتا رہا۔ ۱۹۸۵ء میں آپ کو مولانا محمود میرپوری (مرحوم) نے برمنگھم میں دعوت و اصلاح کے لیے بلالیا۔ آپ وہاں دو سال رہے، لیکن ۱۹۸۷ء میں گھریلو مسائل کی وجہ سے واپس لاہور آگئے۔ قریبی جامع مسجد رحمانیہ اہلحدیث میں کچھ عرصہ خطبہ جمعہ بھی دیا اور اپنے آخری ایام تک نیوکرول میں ہی رہے۔

تالیفات وتصنیفات

مولانا عزیز زبیدی ایک قلم کار، صاحبِ علم وفضل، اہل دانش وبینش آدمی تھے۔ آپ کا قلم صفحۂ قرطاس پہ بے جھجک چلتا اور آپ نے اپنے قلم سے مسلکِ اہلحدیث کے افکار کا بھرپور دفاع کیا۔ فرقِ باطلہ اور بدعات وخرافات کے خلاف آپ کا قلم ہر وقت تیار رہتا تھا۔ شاید ہی کوئی سلفی پرچہ ایسا ہو جو آپ کے قلمی رشحات سے محروم رہ گیا ہو۔ آپ کی تصانیف میں سب سے بڑا آپ کا رنامہ تعلیقاتِ زبیدیہ ہے جو آپ نے عربی میں صحیح بخاری کے حاشیہ کے طور پر لکھی۔ اس کے علاوہ آپ کی چھوٹی بڑی تصانیف ۲۵ کے لگ بھگ بتائی جاتی ہیں، لیکن ان میں سے راقم کو صرف چار پانچ کتابیں مل سکیں، ان کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

❶ تعلیقات زبیدیہ

یہ بخاری شریف کا حاشیہ ہے اس کے پس منظر میں حافظ احمد شاکر لکھتے ہیں:

''سب سے اہم علمی خدمت جو اللہ نے ان سے لی، وہ صحیح بخاری کی تعلیقات کی خدمت ہے اس کا پس منظر یہ ہے کہ جدہ (سعودی عرب) کے ایک علم دوست بزرگ محمود باحاذق نے فضیلۃ الشیخ مولانا ابوالاشبال احمد شاغف ﷾ کی تجویز وتحریک پر صحاحِ ستہ پر اہل حدیث

تعلیقات کا ایک منصوبہ بنایا جس کی ابتدا صحیح بخاری شریف سے کی گئی۔ مذکورہ دونوں بزرگوں نے مولانا محمد عطاء اللہ حنیف ؒ سے اس منصوبے کا ذکر کیا اور اس کی ذمہ داری بھی ان کو سونپ دی، لیکن مولانا بھوجیانی نے خود کام کرنے کی بجائے مرحوم مولانا زبیدی سے مشاورت کے بعد انہی کا نام تجویز کیا۔ پروگرام یہ تھا کہ مولانا کے تکمیل حواشی کے بعد مولانا بھوجیانی اپنی نگرانی میں اصحابِ علم سے اس پر نظرثانی کرواتے، لیکن ۱۹۸۲ء میں مولانا پر فالج کا حملہ ہونے کے بعد وہ پروگرام دھرے کا دھرا رہ گیا۔ پھر مولانا اشبال اور مرحوم محمود باحاذق سے مشورہ کرکے نظرثانی کے لیے سارا مسودہ جامعہ سلفیہ بنارس بھیج دیا کہ تعلیقات میں تدریسی مشکلات کا حل اور تجربہ ضروری تھا۔ راقم الحروف کا کئی سال بعد جب ۱۹۹۲ء میں جامعہ سلفیہ بنارس جانا ہوا تو وہاں مشورہ ہوا کہ مولانا زبیدی بطور تحشیہ نگار بعض دوسرے اصحابِ علم کے نام کی اجازت دیں تو تب یہ کام جلد ہوجائے گا۔ راقم الحروف نے واپس آکر جب مولانا سے عرض کیا تو مولانا نے بلا تامل تحریر لکھ دی جو جامعہ سلفیہ بنارس روانہ کردی گئی، لیکن افسوس کہ یہ قیمتی چیز ابھی تک منصۂ شہود پر نہیں آسکی۔" (الاعتصام: ۳۰ مئی ۲۰۰۳ء)

اصل میں یہ تعلیقات مولانا سہارنپوری حنفی کے مقابلہ میں لکھی گئی تھی چونکہ مدارس میں داخل نصاب بخاری شریف اُنہیں کے حاشیہ سے پڑھائی جاتی تھی جس میں مولانا سہارنپوری نے حنفی مسلک کو بھی جابجا ترجیح دی تھی۔ اشد ضرورت تھی کہ اس کی جگہ بخاری شریف پر سلفی تعلیقات چڑھائی جائیں تاکہ اَحادیثِ بخاری کا مستند مفہوم سمجھا جاسکے۔ یاد رہے کہ ان تعلیقات کے مخطوط کی فوٹو کاپی ادارۂ محدث میں موجود ہے جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ مولانا نےتعلیقات کا کام ۱۹۸۴ء میں ان الفاظ سے ختم کیا:

"وقد فرغت من شويد هذه التعليقات على الصحيح المعروف بالجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله ﷺ وسننه وأيامه وتسطيرها في رجب يوم الإثنين١٣٠٣ھـ عند أذان الصبح حامدًا ومصليًا و مسلمًا" (۲۵ رجب ۱۴۰۴ھ، ۲۲؍اپریل ۱۹۸۴ء)

۱۹۸۴ء میں اس تعلیق بخاری کی تقریبِ تکمیل منڈی واربرٹن کی غلہ منڈی میں ملت کمیشن شاپ کے قریب منعقد ہوئی جس میں میاں فضل حق، مولانا عبدالرحمن کیلانی اور دوسرے اہل علم شامل ہوئے۔ اس تقریب میں علما نے مولانا کی اس کاوش کو سراہا اور اہلحدیث مسلک کے

لیے اسے مولانا کا عظیم کارنامہ گردانا۔ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی (مرحوم) نے اپنی تقریر میں واربرٹن کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اے واربرٹن والو! شاید تمہیں اس فقیر کی قدر کا پتہ نہیں، ہم اہل علم سے پوچھو کہ ان کی قدر و منزلت کیا ہے۔

❷ خیر البشر

یہ تقریباً ۹۴ صفحات کا رسالہ ہے جو مولانا زبیدیؒ نے نبی اکرم ﷺ کے بشر ہونے کے اثبات اور نور من نور اللہ ہونے کی تردید میں لکھا۔ مولانا اس کتابچہ کو لکھنے کی وجہ خود ہی اس کتابچہ میں ذکر کرتے ہیں:

> ''رسالہ 'نورانی تقریر' عربی مدرسہ مظہر الاسلام منڈی واربرٹن ضلع شیخوپورہ کے صدر مدرّس مولانا نور محمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ اس میں آپ نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور تھے، بشر نہیں تھے۔ بظاہر جو کچھ نظر آتا تھا، وہ آپ کا صرف بشری لباس تھا۔ مندرجہ ذیل سطور میں مولانا موصوف کے اسی رسالہ کا ایک مختصر مگر حقیقت پسندانہ جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ مولانا موصوف کے اس اندازِ تخاطب سے پرہیز کیا جائے جو اسی رسالہ میں اُنہوں نے اختیار کیا ہے، کیونکہ اس سے غرض حق کی نشاندہی ہے، مناظرہ نہیں ہے۔''

مولانا مرحوم نے اسی جوابی کتابچہ میں قرآن وسنت کے نصوص اور علماے احناف کے نظریات پیش کرکے ثابت کیا ہے کہ نبی ﷺ فی الحقیقت بشر ہی تھے نہ کہ کوئی اور مخلوق۔

❸ التلویح بتوضیح التراویح

یہ پرچہ اصل میں مولانا کی ۲۵۰ صفحات پر مشتمل کتاب القول البدیع فی مسئلۃ التراویح کا خلاصہ ہے، اس میں مولانا نے آٹھ تراویح کے مسنون ہونے پر دلائل ذکر کئے ہیں اور اس کے علاوہ احناف کی عمل صحابہؓ سے پہلوتہی کی مثالیں اور بیس تراویح والی روایات کا محدثانہ جائزہ لیا ہے۔

❹ شرح و ترجمہ سنن ترمذی

مولانا (مرحوم) نے مولانا محمود احمد میرپوریؒ کے کہنے پر ترمذی کی شرح اور ترجمہ کا کام

شروع کیا، لیکن یہ کام مولانا میرپوری کی وفات کی وجہ سے درمیان میں ہی رہ گیا۔

⑤ اسلام میں ضابطہ تجارت

یہ کتاب مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ کی تصنیف ہے جس کی مولانا (مرحوم) نے تہذیب فرمائی۔

⑥ دینی جرائد

مولانا نے سورۃ البقرۃ کی تفسیر بھی لکھی جو مختلف جرائد میں چھپتی رہی۔

آپ نے مختلف جرائد میں سینکڑوں مضامین و مقالات لکھنے کے ساتھ ساتھ کئی پرچوں کی ادارت بھی فرمائی۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

① منڈی واربرٹن سے شائع ہونے والا جریدہ 'المجاہد' جو کہ ۱۹۶۰ء میں شروع ہوا، میں بیسیوں مضامین لکھے۔

② مسلک ِاہلحدیث کا فکری مجلہ ماہنامہ 'محدث' لاہور میں سب سے پہلے پرچے بابت شوال ۱۳۹۰ھ بمطابق دسمبر ۱۹۷۰ء میں 'مسلک ِاہلحدیث کا ماضی اور حال' کے نام سے اِداریہ لکھا۔ ماہنامہ 'محدث' میں آپ وقتاً فوقتاً اداریہ لکھتے رہتے۔ آپ کے اُن مضامین و مقالہ جات کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ جاتی ہے جو ماہنامہ 'محدث' لاہور میں شائع ہوئی۔ 'السنۃ والحدیث' کے نام سے دروس کا طویل سلسلہ شروع کیا جو صفر ۱۳۹۳ھ سے لے کر ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ تک رہا۔ کافی عرصہ قرآن کی تفسیر التفسیر والتعبیر کے عنوان سے چھپتی رہی۔ اس کے علاوہ مختلف موضوعات پر مولانا کے مضامین کی تعداد بھی بے شمار ہے۔

③ اسی طرح مولانا کا سلسلۂ دروس: درسِ قرآن، الکتاب و الحکمۃ کے نام سے اور درسِ حدیث السنۃ والحدیث کے نام سے صراطِ مستقیم برمنگھم میں کئی سال جاری رہا۔

④ ہفت روزہ 'اہلحدیث' میں آپ ۱۸ / مارچ ۱۹۸۸ء تا ۱۸/ جنوری ۱۹۹۱ء مدیر رہے اور اداریہ نویسی کرتے۔ اس کے علاوہ آپ کے بے شمار مضامین اس پرچہ کی زینت بنے۔

⑤ ہفت روزہ 'الاعتصام' میں مضامین کے علاوہ سورۃ البقرۃ کی تفسیر کا سلسلہ شروع کیا جو کافی عرصہ تک شائع ہوتا رہا۔

⑥ ہفت روزہ 'تنظیم اہلحدیث' کی ادارت کا بھی مولانا کو موقع ملا۔ ان کے علاوہ ماہنامہ 'حرمین'، ماہنامہ 'فاران'، اور ماہنامہ 'ترجمان القرآن' میں بھی آپ کے مضامین شائع ہوتے۔

مولانا کی ان خدمات کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ یہ اللہ کی دین ہے، جسے چاہے عطا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو توفیق بخشی اور اپنے دین کا کام لے لیا۔ ؏

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

علم وعرفان کے ماہِ کامل کا غروب

مولانا واربرٹن سے زخمی دل کے ساتھ لاہور منتقل ہوئے تھے اور یہاں بھی مولانا کو ان جیسے معاملات کا ہی سامنا کرنا پڑا۔ واربرٹن میں کاروباری معاملات میں آپ ایک بھاری رقم کھو بیٹھے تھے۔ کسی کو بیٹا بنا کر ہزاروں روپے دیئے کہ کاروبار کرے، لیکن اس نے مولانا کو رقم واپس نہ کی اور یہاں لاہور میں بھی مولانا نے کسی کو ۷۰، ۸۰ ہزار روپے کاروبار کے لیے دیئے اور وہ آدمی بھی مولانا کو جل دے گیا۔ ۱۹۹۰ء میں مولانا سر کے عارضہ میں مبتلا ہوگئے اور ساری جمع پونجی اپنی بیماری پر لگا بیٹھے لیکن ؏ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی!

مولانا ذہنی طور پر لوگوں کے ستائے ہوئے تو پہلے ہی تھے، بیماری نے آپ کو نچوڑ کر رکھ دیا تھا۔ اکثر گھر پر رہتے، کسمپرسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوگئے، اِکا دُکا لوگ جو واربرٹن میں ان کے شاگرد رہے تھے، حق شاگردی اَدا کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً مالی تعاون کر جاتے۔ اس کے علاوہ لاہور میں کچھ مسلک اہلحدیث سے تعلق رکھنے والے احباب خیال کر لیتے اور پھر آخری تین چار سالوں میں یہ سلسلہ بھی برائے نام رہ گیا تھا۔ مولانا انتہائی لاغر ہو چکے تھے بیماری تھی کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ مولانا کی بیماری عرصہ تین سال سے شدت اختیار کر چکی تھی، ڈاکٹر مولانا کے علاج سے عاجز آچکے تھے اور آخر کار ۲۷ر مئی ۲۰۰۳ء بروز منگل صبح ۳ بجے علم وعرفان کے ماہ کامل کا غروب ہوگیا۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون

مولانا کو وہی کھدر کا کفن پہنایا گیا جو وہ آج سے ۴۰ سال پہلے اپنے لیے تجویز کر گئے تھے۔ نمازِ جنازہ مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی نے پڑھائی۔ جنازہ میں علما کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ راقم ادارہ 'محدث' کے ساتھیوں کے ہمراہ ذرا لیٹ پہنچا، جنازہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ دوبارہ جنازہ پڑھایا گیا جو مولانا عبدالسلام فتح پوری نے پڑھایا۔ آپ کی میت کو قریبی قبرستان

میں دفن کے لیے لے جایا گیا۔ مولانا کے جسدِ خاکی کو قبر میں ڈالا جارہا تھا، لوگ ڈبڈباتی آنکھوں سے مولانا کے جسدِ خاکی کو قبر میں اُترتا دیکھ رہے تھے۔ آخر کار قبر پر مٹی ڈال دی گئی، مٹی کے نیچے میت چھپ چکی تھی، لوگ مٹی کی طرف حسرت وغم سے دیکھ رہے تھے گویا قبر کی مٹی سے شکوہ کررہے ہوں اور کہہ رہے ہوں۔ ؏

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم!
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

مولانا کی قبر پر مٹی ڈال دی گئی۔ محترم عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ نے قبر پر رقت آمیز الفاظ سے دعا کروائی۔ دعا کے بعد لوگ مولانا کے غم میں نڈھال قدموں سے واپس ہولیے۔ ؏

آسماں تیری لحد پر شبنم فشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

واپسی پر میں سوچ رہا تھا کہ قحط الرجال کے اس زمانے میں ان جیسے لوگوں کا موجود ہونا کسی قدر غنیمت ہے، لیکن یہ لوگ بھی آہستہ آہستہ دنیا سے رخصت ہورہے ہیں۔ ؏

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اُٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لے ساقی

مولانا عزیز زبیدی جیسی ہستیاں روز روز پیدا نہیں ہوتیں۔ آج ہم علم وتربیت کے اُفق پر نظر دوڑاتے ہیں تو مولانا جیسی شخصیت کہیں نظر نہیں آتی۔ امام ذہبیؒ کے الفاظ اس موقع پر صادق آتے ہیں کہ

"أين العلم وأين أهله ما كدت أن أرٰى العلم إلا في كتاب أو تحت تراب"

یقیناً مولانا کی وفات موت العالِم موت العالَم کے مصداق تھی۔ مولانا صاحب علم وفضل اور اہل دانش وبینش تھے۔ آپ سراپا ہنگامہ، سراپا سعی مسلسل، رواں دواں، پیکرِ علم وعمل، انجمن پسند اور اپنی ذات میں خود ایک انجمن تھے۔

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

***